بلاک (4) عصر عباسی دوم

اکائی (1) عصر عباسی دوم - تعارف اور اس کی امتیازات

مشمولات

1.1 تمہید

1.2 اغراض ومقاصد

1.3 عصر عباسی دوم کا تاریخی پس منظر

1.4 عصر عباسی دوم کی علمی سرگرمیاں

1.5 عصر عباسی دوم کے نثری خصوصیات وامتیازات

1.5.1 نقل وترجمہ

1.5.2 قوامیس وانسائیکلوپیڈیا

1.5.3 نحو

1.5.4 راویات وقصص

1.5.5 مقامات

1.5.6 توقیعات

1.5.7 خطابت

1.6 شاعری

1.6.1 شاعری کی خصوصیات

1.7 خلاصہ

1.8 نمونے کے امتحانی سوالات

1.9 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

1.1 تمہید

عصر عباسی کا دوسرا دور اگر چہ یہ طوائف الملوکی کا دور رہا ہے، اس میں وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ بہت ساری چھوٹی قیادتیں اور سلطنتیں وجود میں آئی ہیں، علوم وفنون کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا ہے، نثر میں ادب لغت، قصص روایات، توقیعات، مقامات وجود میں آئے، نثر کے حوالے سے مختلف علوم وفنون میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں، تفسیر، فقہ، لغت، ادب، تاریخ، جغرافیہ، منطق اور فلسفہ اغیرہ جن کا احصاء وشمار مشکل ہے، خطابت اس دور میں پنپ نہیں پائی اور اعیاد و مواسم حج اور منبروں کی زینت بن کر رہ گئی، یا خلیفہ کی تخت نشینی کے موقع سے یا کسی شہر کا حاکم لوگوں کے سامنے اپنے کاموں کا شمار کیا کرتا اور بس اس کے علاوہ شاعری میں نئے نئے رجحانات، ہجاء، مدح سرائی، فلسفہ، منطق اور حکمت کا رنگ چڑھا ہے، قبائلی عصبیت عود کر آئی ہے۔

1.2 اغراض ومقاصد

اس اکائی کے ذریعہ طلبہ عصر عباسی دوم کے تاریخی پس منظر سے واقف ہوں گے اس دور کے علمی سرگرمیاں اور نثری خصوصیات وامتیازات سے بہرہ آور ہوں گے، خاص طور پر نقل وترجمہ، قوامیس وانسائیکلوپیڈیا اوران کے مصنفین، نحو اور نحویین سے روشناس ہوں گے، مزید برآں روایات وقصص، مقامات، توقیعات اور خطبات پر جامع معلومات حاصل ہوں گے، شاعری اور اس کی خصوصیات کے مطالعہ سے شعری تخیل اور عواطف پیدا ہوں گے، آخر میں طلبہ دئے گئے امتحانی سوالات کے جوابات دینے کے لائق ہو جائیں گے، مزید معاون کتابوں کے مطالعہ سے علمی استعداد میں اضافہ ہوگا۔

1.3 عصر عباسی دوم کا تاریخی پس منظر

عصری عباسی کا یہ دور ۳۳۲ھ سے ۶۲۶ھ مطابق ۹۴۶ء سے ۱۲۵۸ء تک رہا ہے، اس دور کو طوائف الملوکی کا دور کہا جاتا ہے، اس میں خلیفہ کی حیثیت صرف ایک رمز اور نشانی کی تھی، دراصل ترکی موالی اور دیلم حکمراں تھے، مملکت اسلامیہ مختلف حکومتیں وجود میں آئیں، مملکت کے مشرقی علاقے میں بہت ساری حکومتیں وجود میں آئیں۔ جن میں طاہریہ حکومت (۲۰۵۔۲۵۹ھ) صفاریہ (۲۵۳۔۲۹۰ھ) سامانیہ (۲۶۱۔۳۸۹ھ) غزنویۃ (۳۵۲۔۵۸۲ھ) وغیرہ۔

عراق اور سیریا میں دولت حمدانیہ (۳۱۷۔۴۰۶ھ) دولت مرداسیہ (۴۱۴۔۴۷۲ھ) دولت عقیلیۃ (۳۸۶۔۴۸۹ھ) دولت مزیدیہ (۴۰۳۔۸۴۵) یہ چھوٹی چھوٹی حکومتیں تھیں۔

آفریقہ کے علاقے میں مراکش میں دولت ادریسیہ (۱۷۔۳۶۴ھ) تونس میں دولت اغانیہ (۱۸۴۔۲۹۶ھ) مصر میں دولت طولونیہ (۲۵۴۔۲۹۲ھ) مصر کی دولت اخشیدیہ (۳۲۳ھ۔۳۵۸ھ) قیروان، پھر مصر میں دولت فاطمیہ (۲۹۷۔۸۶۷ھ) مصر میں دولت ایوبیہ (۵۶۴۔۶۴۸ھ) پھر مصر کی دولت مما لک (۶۴۸۔۹۲۳ھ)۔

عہد عباسی کا دور جیسا کہ پہلے گذر چکا نہایت ترقی اور عروج کا دور ہے، آداب عربیہ نے نشو ونما پائی، عربوں میں غیر ملکی علوم ترجمہ کے ذریعے منتقل ہوئے اور عربی ادب میں پختگی آئی، انہوں رسول اللہ اکرم ﷺ کے چچا کی نسبت ہونے کی وجہ سے عباسی کہلائے، انہوں نے ایرانیوں کی مدد سے بنو امیہ سے خلافت چھینی، اور عراق کو دار الحکومت بنایا، جہاں پانچ سو سال سے کچھ زیادہ مدت تک سینتس حکمرانوں نے یکے بعد دیگر حکومت کی تا آنکہ ہلاکو خان نے ۶۵۶ھ میں اس مملکت کا تختہ الٹ دیا۔ اس دور حکومت میں مملکت کے وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ جہاں عربی زبان نے ترقی کی وہیں دیگر

تہذیبوں کی شمولیت کی وجہ سے دوسرے لحاظ سے بدنما بھی ہوگئے، عربی نے فارسی الفاظ کے علاوہ بہت سے اسالیت کو اپنے اندر سمیٹ لیا، خلافت راشدہ اور دور اموی کے بعد دور عباسی کے اقتدار میں ۲۳۲ھ متوکل علی اللہ کے دور حکومت تک بڑھتی اور ترقی کرتی رہی، پھر ترکوں کی سطوت وطاقت بڑھ گئی جنہیں معتصم باللہ نے ترکستان سے بلایا تھا، انہوں نے عربوں کو مغلوب کرنا اور ایرانیوں پر چھپٹنا شروع کر دیا؛ حتی کہ مامون کے بعد حکومت موالیوں کے ہاتھ میں آگئی جو شیعہ تھے، پھر متوکل نے آکر ترکوں کو مضبوط کیا اور اہل سنت والجماعت کی حمایت کی چنانچہ دونوں طاقتوں کی باہم کشمکش اور مذہبی لڑائی، عربوں کو مغلوب اور خلفاء کے خاتمے میں کامیابی حاصل کر لی، حتی کہ لوگوں کے دلوں میں خلافت کا رعب وجلال جاتا رہا اور ذہنوں سے اس کی دہشت ختم ہوگئی، گردونواح کے گورنروں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا، بنو بنویہ نے بغداد کی حکومت کا نظم ونسق اپنے ہاتھوں میں لینے کے لئے ۳۳۴ جہاں سے عہد عباسی کا دوسرا شروع ہوتا ہے ہاتھ پیر مارنا شروع کر دیئے اور ان کا اثر ونفوذ تمام مشرقی ممالک میں پھیل گیا، جس کی بناء پر مشرق میں عربوں اور عربی زبان کا اقتدار کمزور پڑ گیا، اکاسرہ (کسری کی جمع) کے پوتے اور زمینداروں کے بیٹے بھی متحرک ہوگئے اور انہوں نے اپنے آباء واجداد کی گم شدہ عزت کو از سرنو زندہ کرنے کی کوشش کی وہ اپنے علاقوں سے عربی زبان اور اس کے اثر کو مٹانے لگے ورانہوں نے دقیقی اور فردوسی جیسے عظیم شعراء سے درخواست کی کہ وہ بیانیہ نظموں اور قومی گیتوں کے ذریعہ اسلام کے کارناموں کی یاد تازہ کریں، یہ امر نہایت تعجب خیز ہے کہ ان کی یہ خواہش جلد پوری ہوئی۔

عصر عباسی دوم سلسلے میں عربی ادب کی ترقی کا بھی عجیب عالم رہا، بصرہ اور کوفہ میں اس کی نشوونما ہوئی، بغداد میں ترقی کی منزلیں طئے کیں اور جب منتہائے عروج پر پہنچنے کا زمانہ آیا تو بجائے اس کے کہ ایک مرکز یا ایک مقام کو یہ شرف حاصل ہو مختلف مراکز اور متعدد مقامات اس کامیابی کے حصہ دار بن گئے، اب تک خلفاء ان کے گورنر یا امراء علم وادب کے سرپرستی کیا کرتے تھے، مگر اب عوام کے ذوق ودلچسپی کی وجہ سے اس کی ترقی دو چند سرعت سے ہونے لگی، مختلف متعدد حکومتوں کے قیام کے باعث علماء وفضلاء ہر طرف پھیل گئے، ہر دربار کا مطمح نظر یہ تھا کہ عظیم الشان شخصیتوں کو جمع کرنے میں اسے اولیت حاصل ہو۔

خلافت عباسیہ کو قائم ہوئے دو صدیاں بھی نہ گذری تھیں کہ اس کے دور دراز علاقوں میں گورنروں، غلاموں اور سپہ سالاروں نے کئی مقامات پر قبضہ جما کر اپنی حکومتیں قائم کیں، تھوڑے تھوڑے عرصے میں وہ حکومتیں مٹتی بھی رہیں، مشرق میں چین کی سرحدوں سے لے کر مغرب میں اسپین تک ان سیاسی تبدیلیوں کا حال یکساں رہا، ازمنہ وسطی میں اس عظیم الشان اسلامی سلطنت میں جابجا جو چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہوئیں، جن میں آل مروان، آل سامان، زیادیہ، حمدانیہ، بویہ، غزنوی، فاطمیہ، انحشدیہ، ادریسہ، اغلبیہ، طولونیہ، طاہریہ، صفاریہ، سلاجقہ، جس طرح خلافت بنی امیہ میں عبدالملک اور ولید، عباسیوں کے دور اول میں رشید اور مامون خدمت علم وادب میں ضرب المثل ہوگئے، اسی طرح اس دور میں متذکرہ بالا حکومتوں کے سلاطین وامراء کے علاوہ عوام بھی نہایت شوق ودلچسپی سے خدمت علم میں مصروف ہوگئے، رومی، فارسی، ترکی، ہندی، دیلمی وغیرہ ہر ملک کے علماء وسعت علوم وفنون میں جدوجہد دکھانے لگے، درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف ان اساتذہ نے عوام الناس اور ادب دونوں کو فائدہ پہنچایا۔ دوسری صدی کے اخیر میں سیاست میں ترکوں نے غلبہ حاصل کر لیا تھا، لیکن اس کے ردعمل نے فارس کے شیعوں کی مدد سے اس جوے کو نکال پھینکا، دبے ہوئے عوام نے اس انقلاب میں خوب حصہ لیا، اسی انقلاب میں ابوشجاع نے خراسان، گیلان وغیرہ پر قبضہ کر کے ایک نئی حکومت کا آغاز کیا جو اس کے لقب "بویہ" کی نسبت سے "دولت بویہ" مشہور ہوئی، اس کے تین لڑکے عمادالدولہ علی، رکن الدولہ حسین اور معزالدولہ احمد تھے، جنہوں نے حکمت عملی اور موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ملک کے تین حصوں پر قبضہ کر لیا۔

آل بویہ کی حکومت ۴۴۷ھ تک قائم رہی، ان کے زیر نگیں عراق، فارس اور خراسان وغیرہ کے علاقے تھے، ان کے بیشتر خلفاء علم وادب کے شیدا گزرے ہیں حتی کہ ان کے وزراء، گورنر قاضی بھی بڑے بڑے عالم وادیب ہوئے ہیں، جیسے ابن العمید، صاحب عباد، سابور بن اردشیر وغیرہ، یہی وجہ

تھی کہ آل بویہ کو مرکزی حیثیت کے علاوہ علم وفضل کی سیادت بھی حاصل تھی۔

اس عہد کے اکثر وزراء بھی بڑے زبردست علماء گذرے ہیں، جیسے رکن الدولہ ہمذان واصفہان کا وزیر ابن العمید ایک بہت بڑا انشاء پرداز تھا، بہاء الدین بن عضد الدولۃ صاحب عراق واہواز کا وزیر سابور بن اردشیر تھا، جس نے کرخ میں عوام کے لئے ایک زبردست کتب خانہ قائم کیا تھا، معزالدولہ بن بویہ کا وزیر حسن ملہبی تھا جس کی شہرت بحیثیت ادیب وشاعر زبان زدعام وخاص ہوئی، صاحب بن عباد جسے ہر علم وفن میں کمال حاصل تھا مؤید بن رکن الدولہ کا وزیر تھا، ایسے حکام جو اثر عوام پر ہوسکتا ہے اس کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے،

دولت سامانیہ (خراسان وترکستان) کی علمی سرپرستی کا بھی یہی حال رہا، ان کے تمام سلاطین علم پرست گذرے، خصوصا منصور بن نوح اس کی شخصیت کو تاریخ ادب عربی میں وہی اہمیت حاصل ہے جو عضد الدولہ کو حاصل تھی، پھر اس کا لڑکا نوح بن منصور کے علمی وادبی کارنامے اپنی جگہ ہیں، اس نے علم میں باپ پر سبقت لے گیا، اس کے دربار میں ہروقت شاعروں، عالموں، ادیبوں، نقادوں، مورخوں اور انشاء پردازوں کا تانتا لگا رہتا۔

دولت غزنوی کی علمی سرپرستی کا حال تاریخ ہند اور ادب فارسی کے مطالعہ سے معلوم ہوگا، سلطان محمود کے دربار کا حال کسے معلوم نہیں، فردوسی، البیرونی، ابوالحسن الخمار جیسی صاحب فضیلت شخصیات یہاں موجود تھیں۔

دولت حمدانیہ کی شان وشکوکت سیف الدولہ کے نام سے تھی، اور سیف الدولہ علم وفنون میں غرق تھا، خودنہایت فصیح البیان اور نازک خیال شاعر تھا، اور اپنے سامنے ہمیشہ متنبی اور ابونواس جیسے شاعروں کو دیکھتا تھا، علماء وشعراء کی خدمت پر لاکھوں درہم لٹاتا تھا، اور ہروقت اس کی یہی خواہش رہتی کی علم نوازی میں اپنے ہم عصر سلاطین پر سبقت لے جائے۔

مشرق کے ان عظیم الشان کارناموں کے مدمقابل مغرب کی سلطنت مروانیہ عوام دے رہی تھی، جس کا حاکم عبدالرحمن ناصر اور اس لڑکا حکم جن کی علم دوستی کا ثبوت بڑے بڑے کتب خانے ہیں، جو علمی کتابوں کے شہہ پاروں سے پر رہا کرتیں تھی، اس کے کتب خانہ میں صرف شعراء کے دواوین کی تعداد چالیس ہزار تھی، ابن خلدون اور المقری نے ان کتابوں کی تعداد چار لاکھ سے زیادہ بتلائی ہے، خاندان مروانیہ کے بیشتر خلفاء کی یہی حالت رہی۔

مصر کی دولت فاطمی نے بھی ادب کی کچھ کم خدمت انجام نہیں دی، اس سلسلہ میں خلیفہ العزیز باللہ اور الحاکم بامراللہ بہت نامور ہوئے، انہوں نے بھی علوم وفنون کی دولاکھ کتابیں جمع کیں، اس نے کتب خانہ کا نام ''دارالحکمۃ'' رکھا، اسی خلیفہ نجوم کے شوق میں بڑی بڑی رصدگاہیں قائم کی، اس دور میں ''رصدگاہِ حاکمی'' بہت مشہور رصدگاہ تھی۔

1.4 عصر عباسی دوم کی علمی سرگرمیاں

اس دور کی خاص خصوصیت یہ رہی کہ سیاسی انقلاب کے نتیجے میں مختلف مراکز کے قیام میں مسابقتی رنگ پیدا ہوگیا، علوم وفنون کی وسعت، عوام کی بیداری، اور مرفہ الحالی، مدارس کی کثرت اور کتب خانوں کی بہتات نے ادب میں حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کردیں، نثر وانشاء کے اسالیب بدلے، شاعری میں انقلاب آیا، تنقید نے مستقل فن کی صورت اختیار کرلی، قصص نگاری، تمثیلات اور تاریخ ادب عربی میں تالیفات تیار ہوئیں۔

بڑے کتب خانوں کا قیام اس دور کی یادگار ہے، جن کتب خانوں کا ذکر ہوا ہے ان کے علاوہ مصر کا کتب خانہ دارالحکمۃ، قرطبہ کا عظیم الشان کتب خانہ ''مکتبہ عزیزیہ'' جسے الحکم بن الناصر نے قائم کیا تھا، سابورین اردشیر کا کتب خانہ جن میں بعض تین تین اور چار چار لاکھ کتابوں سے مملو تھے۔

اصلاح معاشرت اور سماجی اصول وقوانین پر رسالے لکھے گئے، اس سلسلے میں ابوزید بلخی، ابن ابی ربیع فارابی، ابوالحسن الماوردی، طرطوشی اور عبدالرحمن بن عبداللہ کے نام خاص امتیاز کے حامل ہیں، سیاسی معاشیات نے اسی دور میں جنم لیا، اس فن میں محمد بن شاذان کی تصنیف ''الجواهر وأصنافها'' مصر کے ایک عالم کی تصنیف ''اجناس الرقیق'' شیخ ابوالفضل جعفر بن علی دمشقی کی تصنیف ''الاشارة إلی محاسن التجارة'' اور کسی

اور شخص کی کتاب ''مزاجات الجواهر وعمل الفولاد'' قابل ذکر ہے، عمرانیات پر بحثیں معرض تحریر میں آئیں، جس میں ابن ابی الربیع اور ابن خلدون کے نام پیش پیش ہیں۔

فلسفہ کے بارے میں بھی ابھی تک علماء اسلام کے خیالات میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی تھی، ابن تیمیہ نے مامون کے بارے میں کہا تھا ''خدا مامون کے معاملہ میں نہ کبھی غفلت کرے اور نہ اس کے عبات میں کوئی کمی کرے اس نے امت میں اس لعنت کو داخل کیا'' پھر ''اخوان الصفا'' کی جماعت نے اس میدان میں قابل لحاظ کام کیا اور ''رسائل اخوان الصفا'' تیار کئے، ان مصنفین میں المقدسی، ابوالحسن الزنجانی، ابواحمد المہرجانی، العوفی اور زید بن رفاعہ کے نام مشہور ہیں۔

اسلامی علوم میں فلسفہ منطق، تصوف اور علم کلام نے بڑی ترقی کی، تصوف اپنے قدیم محدود ومعین تصورات سے نکل کر ایک وسیع فن بن گیا اور اسی سے ''اسلامی فلسفہ کی داغ بیل پڑی'' اس سلسلہ میں ابوالقاسم، عبدالکریم بن ہوزان القشیری جس نے ''رسالة القشيرية'' لکھا، ابوحفص عمر بن حفص محمد بہ لقب شہاب الدین سہروردی مقتول م ۵۸۶ جنہوں نے ''عوارف المعارف'' لکھی مشہور ہیں، فقہ میں ابوالحسن الماوردی (م: ۴۵۰ھ) نے جو بڑا فقیہ اور قاضی القضاۃ تھا بہت کام کیا، یہ بڑا مفکر تھا جس نے سیاست اور ادب میں بھی معرکۃ الآراء کتابیں لکھیں، ان میں ''الأحكام السلطانية'' اور ''ادب الدنیا والدین'' ''نصیحۃ الملوک''، ''تسهيل النظر وتعجيل الظفر'' ''الحاوی للكبير فی الفروع''، ''اعلام النبوة''، ''الامثال والحكم'' اور ''معرفة الفضائل'' وسیع معلومات اور کثیر افادہ کتابیں ہیں۔

فلسفہ میں علماء اندلس نے زور دکھایا، انہیں اتنے عرصہ کے بعد بھی کفر سے نوازا گیا، چنانچہ منصور بن ابی عامر صاحب اندلس نے چھٹی صدی میں تمام فلسفیوں کو اپنے شہروں سے نکلوادیا، جن میں ابن رشد اور الذہبی جیسے علماء بھی شامل ہیں، اس فن کے مشاہیر میں ابومحمد بن یحیی، ابن باجہ (م ۵۳۳ھ) جس نے ''مجموعة فی الفلسفه والطب والطبعيات'' اور ''رساله الوداع'' لکھیں، ابن الطفیل (م ۵۸۱ھ) مصنف ''كتاب الأسرار'' اور ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد (م ۵۹۵ھ) جس نے ''فصیل المقال'' ''الكشف عن مناهج الأدلة'' ''المسائل فی المنطق'' ''تهافة التهافة'' اور ''فلسفہ ارسطو'' جیسی اہم کتابیں لکھیں۔

تفسیر میں النقاش الموصلی (م ۳۵۱ھ) نے ''شفاء الصدور'' الحوفی المصری (م ۴۳۰ھ) نے ''البرهان فی تفسير القرآن'' اور احادیث میں الطہمانی حاکم نیشاپور (۴۰۵ھ) ابوالفتح سلیم بن ایوب الرازی (م ۴۴۷ھ) اور البیہقی (۴۵۸ھ) نے قابل قدر کام کیا۔

طب کے میدان میں یونانی، مصری اور ہندی علوم نہ صرف احیاء عمل میں آیا؛ بلکہ ان کو ترقی کی اعلیٰ منزلوں پر پہنچایا گیا، بغداد اور دوسرے بڑے شہروں میں ہزاروں مستند اطباء وحکماء موجود ہوئے، سنان بن ثابت، مہذب الدین الاخوار اور ان سب کا امام ابن سینا یہ سب اسی دور کے مشاہیر ہیں، ابن سینا کو ''ارسطو وبقراط اسلام''، ''شیخ الرئیس'' کہا جاتا ہے، ان کتب میں ''القانون'' اور ''الشفاء'' کے علاوہ دیگر کتب شامل ہیں۔

بعد کے آخری ادوار میں طب میں ابن رضوان (م ۴۶۰ھ) ابن بطلان (م ۶۶۳ھ) ابن زہر الاشبیلی (م ۵۵۷ھ) اور ابن میمون القرطبی (م ۶۰۱ھ) نے نام کمایا، توطبیعات میں ابوزکریا، یحیی بن محمد نام خاص اہمیت کا حامل ہوا اور نجوم میں مشہور فارسی شاعری عمر خیام (م ۵۱۵ھ) اور ابن الہیثم (م ۴۳۰ھ) نے بڑی شہرت پائی۔

اسی طرح تاریخ کی داغ بیل بھی پڑی، ہر دربار میں اپنے امتیازات اور شخصی وخاندانی آثر کے تحفظ کے لئے مورخین اور مشاہیر کو جمع کیا گیا، اس عہد کے مشہور مورخین میں علی بن الحسین المسعودی (م ۳۶ھ) کا نام پیش پیش ہے، جو ایک نہایت وقیع مؤرخ اور بڑا سیاح تھا، اس کی تالیف میں ''مروج الذهب ومعادن الجوهر'' ''اخبار الزمان'' ''الاسط'' اور ''التنبيه والاشراف'' شامل ہیں۔ اس کے علاوہ حمزۃ الاصفہانی

(م ۵۰ ۳ ھ) ابن الندیم (م ۳۸۵ ھ) صاحب الفہرست اور المرعشی (م ۴۳۱ ھ) جس نے الغرر فی سیر الملوک" لکھی ہیں، ابن مسکویہ نے"تجارب الامم" اور" آداب العرب والفرس" وغیرہ لکھی، الصبّی (م ۴۲۷ ھ کی تالیف "الیمینی" بہت مشہور ہے، القضاعی (م ۴۵۴ ھ) جس نے" تاریخ الخلفاء"، "عیون المعارف" اور "نزہۃ الالباب" تحریر کیں اور الخطیب البغدادی (م ۴۶۳ ھ) جس نے "تاریخ بغداد" لکھی، اس فن کے مشاہیر شمار کئے جاتے ہیں۔

تاریخ میں بعد کے ادوار میں سیاسی انقلابات کی کثرت، چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے قیام اور خلفاء، امراء ورؤساء کے اپنے اور اپنے خاندانوں کے کارناموں کو محفوظ کرنے کے شوق نے علماء تاریخ میں بڑی سرگرمی پیدا کی، فن تاریخ کی مختلف شاخوں میں اہم اور وقیع اضافے ہوئے، عماد الدین اصبہانی (م ۵۹۷ ھ) اور اس دور کے ممتاز مورخین میں ہوا ہے، بغداد کے وزیر عون الدین کے علاوہ نجم الدین ایوب اور اس کے بیٹے صلاح الدین ایوبی کے پاس عرصہ تک رہا، پھر نور الدین زنگی کے دربار میں بھی رسوخ حاصل کیا، اس نے "الفتح القدسی" "البرق الشامی"، "نصرۃ الفطرۃ" اور "خریدۃ العرص" نامی تواریخ لکھیں۔

ابوالحسن علی صاحب "الکامل" بڑا مورخ گذرا ہے، نیز اس نے "اسد الغابۃ"، "تحفۃ العجائب" اور "تاریخ الدولۃ الاتابکیہ" بھی لکھیں، ابوالقاسم ثقۃ الدین علی المعروف ابن عساکر، م ۵۷۱ ھ) ایک اور بلند پایہ مورخ ہوا ہے، اس کی بڑی یادگار "تاریخ دمشق" ہے، حمزہ بن اسد، ابن القلاسی نے ہلال الصابی کی تاریخ کا ذیل "تاریخ دمشق" کے نام سے لکھا، سوانح نگاروں میں السمعانی (م ۵۶۲ ھ) نے اپنی مشہور کتاب "انساب السمعانی" لکھی اور جمال الدین القفطی (م ۶۵۹ ھ) نے "اخبار العلماء باخبار الحکماء" لکھی۔

شہروں کی تاریخ میں عمارۃ الیمنی (م ۵۶۹ ھ) نے "تاریخ یمن" لکھی، ان کے بعد سبط ابن الجوزی نے "مراۃ الزمان فی تاریخ الأعیان" اور "کنز الملوک" لکھیں۔

فن جغرافیہ اور سفرناموں کی تیاری میں پہلا بڑا نام یاقوت الحموی (م ۶۲۶ ھ) کا ہے، یہ رومی الاصل شخص چوٹی کے جغرافیہ دانوں میں شمار کیا جاتا ہے "معجم البلدان" اس کا لازوال کارنامہ، اس کے بعد اس نے "معجم الادباء" اور "المقتضب" لکھی، الادریسی نے پہلے بار دنیا کے نقشے بنائے، طول البلد، عرض البلد، خطوط اور پیائش وغیرہ اس نے کی اس کے علاوہ ابوعبید البکری (م ۴۸۷ ھ) ابوعبداللہ المازنی (م ۵۶۵ ھ) ابن جبیر جو چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں گذرا ہے، الصائح الہروی (م ۶۱۱ ھ) اور عبد اللطیف البغدادی (م ۶۲۹ ھ) نے سیاحت، پیائش اور تحقیقات کر کے نہایت گرانمایہ کتابیں لکھیں اور فن کو ترقی سے نوازا۔

سیاحت کے میدان اور نئے ممالک اور جغرافیہ کی دھن نے، وسیع اسلامی سلطنت کے جغرافیہ حالات کی چھان بین کے خیالات نے فن جغرافیہ کو جنم دیا، جن سیاحوں نے اپنی زندگی سیاحت کے علاوہ جغرافیائی معلومات کی ترتیب، تالیف اور ان سے افادہ لئے وقف کیں ان میں "الاصطخری" جس نے "کتاب الاقالیم" (جس میں متعدد خاکوں اور نقشوں سے وضاحت کی گئی تھی) اور "المسالک والممالک" لکھیں، ابن حوقل نے بھی "المسالک والممالک" کے نام سے ایک کتاب لکھی، المقدسی (م ۳۷۵ ھ) نے "احسن التقاسیم فی معرفۃ الأقالیم" تحریر کی اور ابوزید بلخی کی تالیف "صور الأقالیم" یہ سب اسی عہد زرین کی یادگار ہیں۔

اس کے علاوہ دیگر علوم وفنون بھی دور میں پھولے اور پھلے جن میں نجوم، ریاضی، موسیقی، ہیئت اور کیمیاء ونباتات وغیرہ پر بھی بہت کام کیا، نجوم کے لئے رصدگاہیں تیار کی گئیں، اور شیشوں وآلات میں بہترین صنعت کاری کی گئی، اس میدان میں ابوریحان البیرونی (م ۴۳۰ ھ) بہت لائق وفائق ہوا، نجوم وریاضیات کے لحاظ سے اب تک کا مشہور نام ہے، اس نے مسعود بن محمود کی فرمائش پر "قانون مسعودی" جیسی کتاب لکھی، موسیقی میں فارابی نے

کئی جدید آلات موسیقی بنائے جس میں ’’ قانون‘‘ بھی شامل ہے، کیمیاء ونباتات میں تحقیقات عمل میں آئی، اس سلسلہ میں متوکل کے عہد میں ویسقوریدس کی کتاب کا ترجمہ اصطفان بن باصل نے کیا تھا، اب اس دور میں ان فنون اور ترقی ہوئی، آگے چل کر ابن البیطار اور رشید الدین الصوری (م ۶۳۹ ھ) نے اس میں بڑا نام پیدا کیا۔

عہد عباسی کے آخری دور میں جب سلجوقی نے عباسی حکومت میں غلبہ حاصل کرلیا، دیگر مذاہب کے معارضات واستفسارات کی زیادتی، جدید معاشرتی، معاشی ومذہبی مسائل کی پیدائش اور فقہی وفلسفیانہ ادب کی بہتات نے اس دور کے مذہبی علماء میں تحقیق وتدقیق اور تصنیف کی نئی روح پھونکی اورانہوں نے اس میں بڑی جدو جہد دکھائی، ابو محمد علی بن احمد ابن حزم الظاہری (م ۴۵۶ ھ نے جو اس دور میں مشاہیر سے تھا چار سو سے زیادہ تصانیف لکھیں، جن میں ’’الفصل فی الملل والنحل‘‘ ، ’’جمهرة انساب العرب‘‘ ، ’’ ابطال القياس والرأی‘ ع ، ’’ الناسخ والمنسوخ ‘‘ ، ’’الاحكام‘‘ اور ’’طوق الحمامة ‘‘ اہم ہیں، ابو حامد، محمد بن محمد بن محمد بن احمد الغزالی (م ۵۰۵ ھ) نے جن کی لیاقت اور استعداد نے انہیں ’’حجۃ الاسلام‘ کا لقب دیا، ’’البسيط‘‘، ’’ الوسيط المحيط‘‘، ’’ الوجيز‘‘ ، ’’ تهافة الفلاسفه‘‘ ، ’’ احياء علوم الدين‘‘، ’’ بداية الهداية‘‘ اور ’’جوهر القرآن‘‘جیسی گراں مایہ کتب لکھیں، شیخ محی الدین ابوبکر محمد بن علی ابن العربی (م ۶۳۵ ھ) اندلسی نے نے طلب طب میں بلا روم اور مشرق کے سارے مراکز کو چھان مارا، دو سو کتابیں تیار کیں، مشہور جرمن مستشرق بروکلمن نے ان میں سے کوئی ایک سو پچاس کا ذکر کیا ہے، جن میں ’’الفتوحات المكية‘‘، ’’مفاتيح الغيب‘‘، ’’محاضرة الأبرار‘‘ اور ’’ديوان اسفار‘‘ شامل ہے، مختلف علوم وفنون میں تصانیف پیش کیا جن میں ’’مناقب الإمام الشافعي‘ ع ’’تاريخ الأول‘‘، ’’المحصول‘‘ اور ’’مفاتيح الغيب‘‘ زبان زد عام وخاص ہیں۔

1.5 عصر عباسی دوم کے نثری خصوصیات وامتیازات

اس دور کی انشاء پردازی میں چھوٹے چھوٹے مسجع جملے، تجنیس (ہم شکل وہم جنس الفاظ کا استعمال) تاریخ اور دیگر علوم کے لطائف کی آمیزش، اثناء عبارت میں شعروں سے استشہاد، نفس مضمون کی عمدگی، اور سلامتی کے ساتھ ساتھ تشبیہ وتخیل میں وسعت لازمی قیود ہیں، پھر عہد عباسی کے آخری ادوار میں سجع پسندی اور بدیع پسندی میں ہیں، توریہ (لفظی ہیر پھیر، ابہام) اور تجنیس میں اس قدر غلو ہوا کہ اس عہد میں انشاء پردازی فقط تصنع اور تکلفات کا مجموعہ بن کر رہ گیا جس کے الفاظ نہایت پرشکوہ ان کے معانی ناقص اور خیال نامکمل ہوتا تھا، اس اسلوب اپنانے والوں میں صاحب ابن عماد، وزیر المعلی، خوارزمی، بدیع، صابی اور ثعالبی وغیرہ، مقامات بھی اسی طبقے کے اثار سے ہیں، اسی روش کے روح رواں ’’المثل السائر‘‘ کے مصنف ابن الاثیر اور ’’الکاتب ‘‘ الاصبہانی وغیرہ ہیں۔

1.5.1 نقل وترجمہ

نقل وترجمہ کا م عصر عباسی کے دور اول میں شروع اور دوسرے دور میں اس نے بہت زیادہ ترقی کی، پہلے ترجمہ لفظی ہوا کرتا تھا جس کی وجہ سے تعقید اور پیچیدگی باقی وبرقرار رہا کرتی تھی، لیکن عہد عباسی کے دوسرے دور میں ترجمہ بالمعنی اور ترجمہ بالمفہوم ہونے لگا، دور اول مترجمین یونانی کتب کے ترجے سے فراغت حاصل کر چکے تھے، دور ثانی میں افریقی علوم وفنون کا ترجمہ ہوا، اس زمانہ ہر کتاب کا ترجمہ یا اس کی شرح وتلخیص کی، ابن ابی صبیعہ اور قطفی کی کتابوں کے مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے، عصر عباسی ثانی میں بھی بے شمار کتابوں کا ترجمہ ہوا، صرف ایک ایک مترجم کی اس کے تصانیف کے علاوہ سو سو تراجم تھے۔ بہرحال اس زمانے کے ترجمہ میں ترجمہ پن ختم ہو گیا، خالص عربی زبان میں ترجمہ ہونے لگا۔

عصر عباسی ثانی میں عبید اللہ بن خرداذبۃ جو فارسی الاصل تھا اس نے اپنی کتاب ’’المسالک والممالک ‘‘، لکھی جس میں اس نے صراحت کی

ہے کہ اس نے زمین کے حدود اور اس کے مسالک کے بیان کرنے میں بطلیموس کی کتاب پر اعتماد کیا ہے، یعنی عصر عباسی کے دور میں اول میں جو ترجمے کی داغ بیل پڑی تھی اسی کی وجہ سے بعد میں تاریخ، فلسفہ، منطق، نجوم، ہیئت اور جغرافیہ کی بنیاد رکھی گئی اور اس پر اعتماد کرتے بے شمار کتابیں منظر عام پر آئیں جیسا کہ ہم نے اس کا تذکرہ مفصل کر دیا ہے، یہ سارا کا سارا مواد انہیں منقول اور مترجم کتابوں کی روشنی میں مرتب کردہ اور اس میں اپنے تجربات کو شامل کردہ تھا۔

1.5.2 قوامیس وانسائیکلو پیڈیا

یہ زمانہ ترقی ووسعت کے اعتبار سے لغت کے شباب کا زمانہ کہے جانے کے لائق ہے، بعض ائمہ فن نے نہایت تحقیق وجانفشانی سے بڑے بڑے انسائیکلو پیڈیا تیار کئے، بعض قاموسیں (ڈکشنریاں) بھی یا لغتیں بھی ترتیب دی گئی، جن میں ہزار متشابہ ومتقالب الفاظ یا ہم معانی یا قریب المعانی کو جمع کیا جاتا اور بسلسلہ حروف تہجی اور ہتھیار وآلات وغیرہ سے متعلق الفاظ، محارے اور اصطلاحیں درج ہوتیں ہیں، جیسے اسحاق بن ابراہیم الفارابی (م۳۵۰ھ) کتاب ''دیوان الأدب'' ہے۔

اس دور کے ائمہ لغات میں المطرزی (م ۴۵ھ) کا نام سب سے آگے ہے، اس نے لغت میں تقریبا تیس ہزار صفحے لکھے، ''کتاب العشرات'' اور ''اخبار العرب'' اس کی اہم تصنیفات ہیں، ابوعلی القال البغدادی (م:۳۵۶ھ) کا نام بھی کسی تعارف کا محتاج نہیں، لغت، شعر اور نحو بہت بڑا سرمایہ انہیں حفظ تھا، عبدالرحمن ناصر نے قرطبہ میں اپنی قائم کی ہوئی یونیورسٹی میں تدریس کے لئے دعوت دی، بالآخر الحکم کے عہد میں یہ اندلس پہنچا، اور جامعہ قرطبہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، ''الأمالی'' ''البارع فی اللغة'' اور ''النوادر'' اس کی بے نظیر مؤلفات ہیں، ابواحمد العسکری (م ۳۸۲ھ) نے جو ایک مشہور لغوی تھا، ''التصحیف والتحریف''، ''الزهراء والمواعظ'' اور ''الحکم والامثال'' لکھیں۔

الازہری (م ۳۷۰ھ) جو اس دور کے علماء لغات کا رئیس سمجھا جاتا تھا، ابن درید ثعلب اور نطفویہ کا شاگرد رہا، اس نے مدتوں عرب کے اقطاع اور وہاں کے بدیوں میں بادیہ پیمائی کی کہ ایک ایک لفظ، محاورہ، روزمرہ اور ضرب الامثال کی تحقیق کرے اور اس کے مواقع استعمال اور اصل کا پتہ چلائے تب اس نے ''التہذیب'' لکھی، اس میں خلیل کی کتاب ''العین'' کی نقل کی ہے، مگر اس میں اس نے بڑی وسعت اور جدت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

صاحب بن عباد (م ۳۸۵ھ) نے سات جلدوں میں ''المحیط'' لکھی، ابن فارس الرازی (م ۳۹۰ھ) نے ''الجمل''، ''الصاحبی'' اور ''الاتباع والمزاوجة'' لکھیں، الجوہری (م:۳۹۸ھ) نے جو فارابی کے نام سے بھی مشہور تھا، ''الصحاح'' لکھی جو اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مشہور ہے، اسے اپنی اس کتاب پر بڑا فخر تھا، ان کے علاوہ ابن سیدہ (م ۴۵۸ھ) نے ''المحکم فی اللغة'' اور ''المخصص'' تیار کیں، ان کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

مقامات نگاری سے بھی لغت وادب میں بے پناہ اضافہ ہوا، القاضی الفاضل (م ۹۶ھ) اس دور میں ادب وانشاء میں بڑا نام پیدا کیا، یہ پہلے صلاح الدین ایوبی پھر اس کے بیٹے عزیز اور بھائی الملک افضل کا وزیر رہا، نہایت ذکی، سریع الفہم اور بدیہہ گو شخص تھا، اس کی سو تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1.5.3 نحو

اس فن میں نحویوں نے کوئی جدید اضافے نہیں کئے اس دور میں؛ بلکہ سیبویہ کی ''الکتاب'' کی شرحیں لکھیں یا بعض رسائل وحواشی کو ترتیب دیا۔

ابن خالویہ (م ۳۷۰ھ) اس ادور کا مشہور نحوی ہے، اس کی نحوی تصانیف میں ''رسالة فی اعراب ثلاثین سورة'' ''الشجر'' اور ''لیس'' مشہور ہیں، اندلس کے مشہور علماء میں ابوبکر الزبیدی (م ۳۷۹ھ) ایک مشہور نحوی گذراء ہے، اس کی کتابوں میں ''الواضح فی النحو والعربیة'' اور ''الاستدراک علی

سیبویہ'' اہم ہیں، ایک اورلغوی ابن جنی (م ۳۹۲ھ) ہے، اس کا باپ رومی غلام تھا، اور غالباً یونانی لفظ ''جنالیس'' اس کے نام کا جز ہونے کی وجہ سے اس کا لڑکا ابن جنی کے نام سے مشہور ہوا، اس نے بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں ''الخصائص فی اللغة''، ''سر الصناعة فی النحو'' اور ''اللمع فی النحو'' کافی شہرت رکھتے ہیں۔

1.5.4 راویات وقصص

جسے آج کل رومان کہا جاتا ہے، اس کی ابتدائی شکل عربی ادب میں انہیں روایات وقصص پر مشتمل ہیں، عربوں نے ادھر توجہ نہ کی، البتہ عبداللہ بن المقفع اور جبلہ بن سالم نے اور زبانوں کے شہکاروں کے ترجمے عربی میں کئے تو اس سے ان میں بھی شوق پیدا ہوا، دوسری زبانوں کے تراجم میں ''کلیہ ودمنہ'' کے علاوہ ''رستم واسفندیار''، ''کتاب الأدب الکبیر''، ''ہزار افسانہ''، ''شہرزادو پرویز''، ''سیرت نوشیرواں ودارا'' ''طلائی بت''، ''بہرام گور'' اور ''سندباد'' وغیرہ شامل ہیں،

ان تراجم کا اثر یہ ہوا کہ انہوں نے جاہلیت کے واقعات کو جن میں ان کی شجاعت نبرآزمائیاں، وفاداری، عصبیت، انتقام اور محبت کے جذبات کا اظہار ہوتا تھا، قصص کی شکل میں لکھنا شروع کیا، ایام عرب کی اہمیت اس سلسلہ میں بڑھتی گئی، ان قصص سے ان کی بڑی غرض یہ تھی کہ جنگوں کے موقعوں پر فوجوں کو انہیں سنا کر ابھارا جائے اور جوش پیدا کیا جائے، اس خصوص میں جاہلیت کے ہولناواقعات جیسے عنترہ بن شداد وغیرہ وقائع ہیں بڑے محرک اور ہیجان انگیز ثابت ہوئے۔

ان میں دلچسپی کے لئے مختلف اضافے ہونے لگے ہیں، مبالغہ نے اس میں جگہ پائی اب ان کی نوعیت بھی بدلنے لگی اور یہ نیم تاریخی قصص رومان میں تبدیل ہونے لگے، اصمعی اور ابوعبیدہ بھی ان میں بڑی دلچسپی لی۔

جن قصص وروایات نے معمولی واقعات سے وسعت پاکر ادب میں ایک مقام حاصل کرلیا، ان میں عنترہ بن شداد اور حَبراق (ایک قدم شاعر) کے واقعات کو خاص اہمیت حاصل ہے، اس کے بعد قصہ بکر وتغلب اور قصہ شیبان وکسری اور نوشیران کو مختلف دلچسپیوں سے آراستہ کر کے پیش کیا گیا، اب عرب عشاق کے قصص نے ادب میں فوراً ایک نمایاں مقام حاصل کرلیا جن میں کثیر ولبنی، جمیل وبثینہ، عمرو بن ابی ربیعہ کی داستانیں؛ ملکہ اور وزیر کے لڑکے کا رومان، احمد واحتہ کا قصہ، ابوالعتاہیہ اور اس کی محبوبہ تقیہ کا واقعہ اور احمد بن قتیبہ اور بانوحتہ کا قصہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اس طرح عرب کے قدیم اور کم مشہور قصوں میں ریحانہ وقرنفل، رقیہ وخدیجہ، سکینہ ورباب، ہند بنت نعمان، سملی وسعادہ اور ان کے ساتھ جن وانس کے فرضی واقعات کو بھی اجاگر کیا گیا۔

السنہ غیر کے قصص جو عربی میں جگہ پائے یا جن کی بنیادوں پر نئے افسانوں کی تخلیق کی گئی ان میں سب سے مشہور ''الف لیلۃ ولیلۃ'' کا ماخذ فارسی ہے، جہاں یہ ''ہزار افسانہ'' کے نام سے مشہور تھا، الف لیلہ اور اسی قبیل کے دیگر قصص کی غیر معمولی مقبولیت کے باعث عرب پھر اپنے قدیم سرمائے کی کرید میں مصروف ہو لئے ان میں مبالغہ کے ساتھ دلچسپیوں کے اور عناصر بھی شریک کئے جانے لگے، ان حاتم طائی، معن بن زائدہ، یحی البرمکی اور اس کے بیٹوں فضل وجعفرے واقعات ابراہیم بن المہدی، اور اسحاق موصلی کے حالات، عکرمہ، خدیجہ، رشید اور مامون وغیرہ کے واقعات بڑی اہمیت اختیار کر لی، ان کے بعد انہیں بنیادوں پر یا الف لیلہ کو پیش نظر رکھ کر طویل اور پیچیدہ افسانے لکھے جانے لگے جن میں ''اربعة مائة'' اور ''لیلة وثمانون لیلة'' یعنی چارسوراتیں وغیرہ مشہور ہیں، اس کا ہر افسانہ ایک رات منسوب تھا۔

ادبی رجحات معمولی تبدیلیاں تو ہوتی ہیں، لیکن ادباء کے ذہن انقلاب سے ایک عرصہ تک نہ آشنا رہے، جملہ ایشائی اقوام کی طرح عربی کی کے ان علماء کے مقاصد نہایت محدود ومعین رہے، کسب ومعیشت کا خیال، خلفاء وسلاطین وامراء جن سے وہ وابستہ رہتے ان کی پسند اور ان کے رجحانات کی تکمیل،

موضوعات کی کمی اور آزادی فکر وتنقید کی عدم موجودگی کے باعث انشاء وادب میں اب تک کتنی ہی وسعتیں ہوئی ہوں، وہ رنگ پیدا نہ ہوسکا تھا جو اس دور کے بعض ادیبوں سے مختص ہے۔

حریت فکر اور آزادی خیال کا دخل بتدریج ہو رہا تھا، اس کے پہلے جن علماء نے پرانی بندشوں کو توڑ کر ادب کی حقیقی خدمت کی تھی ان کا بہت کم سرمایہ ہمیں مل سکتا ہے، اس لحاظ سے تحدید وتقلید کی دھجیاں اڑانے والا پہلا مفکر ابو العلاء المعری ہے، اجتماعی زندگی کے فرسودہ اصولوں کے تار و پود بکھیرنا، اصول دین کو نئی کسوٹی پر پرکھنا اور نثر ونظم کے عقائد جاریہ وراسخہ کا بطلان، یہ سب اسی کے باعث ہوا، فلسفہ وجود، فلسفہ اجتماع، سیاسیات غرض ہر باب میں اپنی آزاد روح کھول کر رکھ دی، جس سے ادیبوں کے جمود میں نئی زندگی کروٹیں لینے لگی۔

ایسے نقد پسند ادباء کے باوجود روایات وقصص کا جو سرمایہ اس دور میں تیار ہوا وہ حقائق نگاری اور عام زندگی کے سچے مرقعوں سے خالی ہے، مبالغہ کی کثرت اور عام دلچسپیوں کی بہت سے چیزیں اس میں موجود ہیں۔

اس دور کے نثر نگاروں میں ابوالفرج الاصفہانی (م ۳۵۶ھ) جو صاحب ''الاغانی'' ابو منصور ثعالبی (۴۲۹ھ) صاحب ''یتیمۃ الدھر فی محاسن أہل العصر'' الشریف المرتضی (م ۴۳۶ھ) صاحب ''نہج البلاغۃ'' ابن رشیق (م ۴۵۶ھ) ''صاحب ''عمدۃ'' ابن العمید (م ۳۶۰ھ) الصاحب بن عباد (م ۳۸۵ھ) صاحب ''المحیط'' خوارزمی (م: ۳۸۳ھ) صاحب ''رسائل خوارزمی''، ابو اسحاق الصابی (م ۳۸۴ھ) صاحب ''رسائل الصابی'' بدیع الزماں الہمدانی (م ۳۹۸ھ) صاحب مقامات بدیع۔

اس دور کی نثر نگاری کا ایک فن ''اخوانیات'' تھا، یعنی جو رسائل دوستوں کے درمیان آپس میں لکھے جاتے، اور ''رسائل سلطانیہ'' یعنی سلطنت کے دیوان رسائل سے جاری ہوتے، اور ''رسائل ادبیہ'' جس میں مختلف موضوعات پر بحث ہوتی، جیسے رسائل ادب صغیر اور ادب کبیر ابن مقفع کی، رسائل جاحظ، ابو العلاء اور قاضی فاضل وغیرہ:

1.5.5 مقامات:

نثر کی ایک قسم مقامات کی ہے، مقامات سے مراد وہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں ہیں جن میں سے ہر ایک کسی ایسے واقعہ پر مشتمل ہے جو عموماً ایک ہوتا ہے ہی مجلس میں سنا دیا جائے، اور اس کے آخر میں کوئی نصیحت یا چٹ پٹا لطیفہ ہو، مقامہ میں پہلی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اسکی عبارت خوبصورت اور اسلوب دلکش و بدیع الزمان الہمذانی سب سے پہلا شخص ہے جس نے اس قسم میں جدت پیدا کی خیال ہے کہ اس نے پہلے چالیس، مقامے ۳۱۰ھ میں ابن درید کی زبان سے نقل کئے اور چارسو مقامے بھیک مانگنے وغیرہ کے موضوعات پر لکھے، جنہیں ابو الفتح الاسکندری کی طرف منسوب کر کے عیسی بن ہشام کی زبان سے کہلوائے، جن میں سے صرف ترپین (۵۳) مقامات مل سکے ہیں، ان کا اسلوب نہایت دلنشیں اور دلچسپ ہے؛ لیکن کہانیوں کے اختصار اور سب کہانیوں میں ایک ہی خیال نے ان مقامات کو درجہ کمال سے گرا دیا ہے، اس کے علاوہ مقامات حریری کے ہیں جس کو بدیع کی طرز پر تحریر کیا ہے جس میں اس نے بے شمار لغت، امثال اور پہلیوں کو جمع کر دیا ہے، یہ کتاب عربی الفاظ، لغوی نوادر اور لفظی صنعت کی ایک مفید ڈکشنری بن گئی۔

مقامات یہ قصہ قصیرہ کی ایک نوع ہے، جس میں حکایات کے بیان میں فکر وخیال پر اعتماد کیا جاتا ہے، یہ قصے سے قریب ترین نوع، چونکہ قصے کی ایک خاص ہیئت اور اس میں چند ایک ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو مقامات میں نہیں ہوتیں، مقامات میں قصہ گوئی، حوار و گفتگو، وصف، نقدی یا وعظی انداز ہوا کرتا ہے؛ البتہ اس میں قصے کی نوعیت سے اس چند ایک امور کی وجہ سے دوری ہوتی ہے، مثلاً، اشخاص تبدیل نہیں ہوتے، قصہ ایک ہی ہوتا ہے، اس مطمح نظر بھی ایک ہی ہوتا ہے، رہا کہ روایتی اسلوب تو اس الفاظ بھرمار اور لغوی فوائد کی وجہ سے بے حد تعقید ہوتی ہے، کیوں کہ اس کا مقصود زبان کا سیکھنا، موعظت ونصیحت حاصل کرنا، نقد ادبی ہوا کترا ہے،۔

مقامات کی خصوصیت یہ ہوتی ہے، اس میں قصے ایک ہی رو میں ہوتے، جیسے مقامات بدیع کا کردار ادا کرنے والا ابوالفتح الاسکندری ہوتا، یا مقامات حریری میں ابوزید سروجی ہوا کرتا ہے، جس میں راوی پہلے ایک اجنبی شخص ہوتا ہے، پھر دونوں کے درمیان حوار اور گفتگو ہوتی ہے، پھر آخر میں راوی اس کو جان لیتا ہے، اخیر میں قصہ سے کوئی معرفت حاصل ہوتی ہے، ابن الطقطقی نے کہا ہے کہ: مقامات سے سوئے انشاء کی مشق، نظم ونثر مذاہب کی جانکاری، کچھ حکمتیں اور تجربے معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس سے ہمت پست ہوتی ہے چونکہ سوال اور استعانت پر مبنی ہوتے ہیں، تو جب ایک جانب سے مفید ہوتے ہیں تو دوسری طرف سے مضر بھی ہوتے ہیں۔

موضوع کے اعتبار سے یہ مختلف مسائل جن نقدی ادبی، اجتماعی، دینی، اخلاق، پندونصائح، مزاح، اوصاف، اور قصوں پر مشتمل ہوتے ہیں جس ماحول روایت کرنے والا نشوونما پاتا ہے اس کی حکایت بیان کرتے ہیں۔

اس کی عبارت میں نہایت تکلف ہوتا ہے جس کا مقصود صعنت بدیعیہ سجع، جناس، ازدواج، طباق، مبالغہ، استعارات کو اختیار کرنا ہوتا ہے، جس میں لغت اور زبان کی غرابت، حد درجہ تکلف، یہ غرابت اور اجنبی پن موضوع، اسلوب حریری کے یہاں زیادہ ہوتا ہے، جس نے بدیع کی اتباع اور پیروی کی ہے، اس کی طبیعت نے خیانت کی اور تکلف نے اس کا سرقہ کرلیا۔

بدیع اور حریری کے بعد مقامات ایک صنف ادب بن گئی، پھر کئی ایک ادیب ان کے منہج اور طریقہ کار پر چلے ہیں، جن میں یازجی، مویلحی نے اپنی کتاب ''حدیث عیسی وہشام'' میں اور ''حافظ ابراہیم نے ''لیالی سطیح'' میں یہ سلسلہ ادب حدیث کے وجود میں آنے تک رہا، پھر یہ اسلوب ترک کر کے جاحظ کی طرح اسلوب کو اختیار کیا جانے لگا جو عقل اور تعبیر صحیح کے قریب تر ہے۔

1.5.6 توقیعات:

توقیعات وہ مختصر تحریریں یا نوٹ جو خلیفہ، امیر وزیر یا رئیس کے سامنے پیش کی جانے والی درخواستوں پر یا کسی دکھ و درد پر مبنی یا بخشش کے مطالبہ کی درخواستوں کے نیچے مختصر عبارت لکھ کر اپنے دستخط ''ثبت'' کردیتے ہیں، وہ ''توقیعات'' کہلاتی ہیں، توقیع کی نمایاں خصوصیت یہ ہیں، تحریر کا مختصر، خوشنما اور زور بیان ہونا ہے، وہ تحریر کبھی ایک آیت یا مثال یا ایک شعر پر مشتمل ہوتی ہے۔

ابوجعفر نے منصور نے خراسان کے گورنر عبدالحمید کے خط پر یہ نوٹ دیا:

''شكوت فأشكيناك، وعتبت فأعتيناك، ثم خرجت على العامة، فتأهب لفراق السلامة''

(آپ نے شکایت کی ہم نے رفع کردی، آپ ناراض ہوئے ہم نے ازالہ کردیا، اب پھر لوگوں میں فتنہ وفساد پھیلانے کا کیا مقصد ہے؛ لہٰذا اب امن وسلامتی سے جدائی کے لئے تیار ہوجاؤ)۔

گورنر مصر نے ایک خط میں دریائے نیل کے محصولات کم ہونے کا ذکر کیا تو اس نے خط پر نوٹ لکھا:

''لو عدلت لم يشغبوا، ولو وفيت لم ينهبوا''

(تم اپنے لشکر فساد سے پاک کرو پھر نیل تمہارے قابو میں آجائے گا)

ہارون الرشید نے خراسان نے گورنر کو یہ لکھا:

''داو جرحك لا تتسع'' (اپنے زخم کا علاج کرو تاکہ یہ بڑھنے نہ پائے''۔

جعفر بن یحی کی سرزنش کرتے ہوئے یہ لکھا:

"أنبتته الطاعة، وحصدته المعصية"

(اطاعت شاعری نے اسے اگایا اور نافرمانی نے اسے کاٹ دیا''۔

رستمی نے اپنے اوپر زیادتی کی فریاد کی تو مامون نے رستمی کو نوٹ لکھا

"ليس من المروءة أن تكون آنيتك من ذهب وفضة، وغريمك خاو، وجارك طاو"

(یہ تو مردانگی نہیں ہے کہ تم تو سونے چاندی کے برتنوں میں کھاؤ اور تمہارا قرض خواہ خالی جیب ہو اور تمہارا ہمسایہ خالی پیٹ ہو)

ایک قیدی کی درخواست پر جعفر بن یحی نے یہ نوٹ لکھا:

"العدل أوقعه، والتوبة تطلقه" (عدل نے اسے قید میں ڈال، اور توبہ اسے چھوڑ رہی ہے)

ایک شخص کے خط پر جس میں اس نے ایک مزدور کی شکایت کی (مزدور کے لئے) یہ نوٹ لکھا:

"قد كثر شاكوك، وقلّ شاكروك، فإما اعتدلت وإما اعتزلت"

(تمہاری شکایت کرنے والے بڑھ گئے اور تمہارے شکر گذار کم ہو گئے یا تو اعتدال پر آجاؤ ورنہ میں تمہیں معزول کردوں گا''۔

1.5.7 خطابت

تقریر کو ابتدائی ادوار میں تو خوب فروغ حاصل ہوا، جس سے فوج کو جنگ پر برانگیختہ کرنے اور باہر سے آنے والے وفود کا استقبال کرنے کے لئے۔اس دور میں خطابت کو دلوں میں عظمت اور قلوب پر اعتماد تھا، عباسی دور کے ابتدائی خلفاء منصور، مہدی، رشید، مامون، داؤد بن علی، خالد بن صفوان اور شیب بن شیبہ کو اس فن میں بڑی قدر ومنزلت اور کمال ملکہ حاصل تھا۔

لیکن جب عباسی عہد کے دوسرے دور میں حکومتی نظام پر بنو عباس کا مکمل غلبہ ہو گیا اور مملکت کی سیاست اور فوج کی قیادت پر موالیوں نے قبضہ کر لیا اور نیزوں اور زبانوں کے ساتھ مقابلہ بازی میں کمی آگئی تو خطابت پر دست قدرت حاصل نہ ہونے کی بناء پر خطابت پر گرفت ڈھیلی پڑگئی، اور اس کی ضرورت باقی نہ رہنے کی وجہ سے یہ فن زوال پذیر ہو گیا، بڑے بڑے معاملات طئے کرنے اور اپنی عداوتیں دور کرنے کے لئے خط وکتابت اور رسائل نے اس کی جگہ لے لی، اور تقریریں صرف خطبات جمعہ، عیدین اور نکاح کے مواقع تک محدود ہو گئیں، تاہم خلیفہ راضی تک خلفاء بذات خود خطبہ دیتے اور نمازیں پڑھاتے تھے، جب کہ بنو بویہ نے اپنے غلبہ کے بعد ان کے ہاتھوں کو جکڑ دیا اور انہیں ان کے گھروں میں نظر بند کر دیا تو انہوں نے خطابت امامت کا منصب بھی قابل اور ہوشیار علماء کے سپرد کر دیا۔وعظ اور دینی قصہ گوئی کے حلقے لگتے، ان خطیبوں کا جمعہ اور اعیاد کے موقع سے خطابت کے لئے والیوں نے انہیں مقرر کیا تھا، یہ لوگ خطابت اور وعظ میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کا سہارا لیتے، کچھ لوگ قرآن کریم پڑھ کر اس کی تفسیر کرتے، بعض لوگ میں ضعفاء، مساکین، یتیموں، جہاد اور دشمنوں سے لڑائی وغیرہ اور اعمال خیر پر ابھارتے، یہی خطیب جنگوں کے موقع سے دینی حماست اور بہادری غیر دلانے کا کام کرتے، عباس طبری اسی قبیل سے ہیں، یہ تو وہ خطباء تھے جو لوگوں میں خوف اور آخرت کا ڈر اور اعمال صالحہ اور بھلائی اور اخلاق پر ابھارتے، رمضان کے مہینے میں ہر دن کوئی واعظ ہر نماز کے بعد وعظ کرتا، لوگ بشوق ورغبت ان باتوں کو سنتے، کچھ قصہ گو اور حکایت خواں جو ان واعظوں سے علاحدہ تھے، یہ قصہ گو حضرات نوجوانوں اور بچوں کے بیچ بیٹھ کر بغداد کے راستوں میں قصہ گوئی کرتے، عجیب ونادر مزاح پر مشتمل حکایات بیان کرتے۔

بڑی بڑی مساجد کے دروازے ہر دم کھلے رہتے، وہاں نماز پڑھنے کے لئے ہر دم لوگ موجود رہتے، حلقات تدریس لگے ہوتے، واعظین عموماً ہر نماز کے بعد وعظ کرتے، اس زمانے میں کے بڑے واعظین میں ابوالحسن علی بن محمد الواعظ المصری (م ۳۳۸) ان کی مجلس وعظ میں مرد وعورت یکساں شرکت کرتے۔

اس زمانے میں بعض جدید قسم کے واعظین بھی وجود میں آگئے تھے، جنہیں مذکرین کہا جاتا تھا، ان کی مجلس کا ذکر وتسبیح کی مجالس کہا جاتا، یہ صوفی واتقیاء تھے، بلکہ یہ خطباء اور ایسے واعظین ہوتے تھے جو صلاح، زہد وتقوی کے حامل ہوتے، یہ مسجدوں اور خانقاہوں میں وعظ کہتے، خوف وامید کے جذبات کے ساتھ، قرآنی آیات اور احادیث رسول سے استشہاد کرتے، یہ لوگ قرآنی کی تفسیر وتاویل کرتے، بعض صوفیانہ اقوال اور معانی ومطالب اخذ کرتے جو دلوں کے لئے اثر انگیز اور عمل پر ابھارنے والے ہوتے، اس زمانے کی صوفی واعظین میں یحیی بن معاذ رازی متوفی ۲۵۸ھ تھے، اسی طرح اس زمانے کے واعظین میں ابوحمزہ صوفی متوفی (۲۶۹ھ) بھی تھے۔

اس عہد کے آخر میں ادباء کی ایک جماعت تیار ہوگئی جن میں خطیب بغدادی اور خطیب تبریزی وغیرہ نمایاں ہیں جب مسلمانوں میں عجمیت آگئی اور واعظوں کی زبانوں میں قوت گویائی نہ رہی اور ان میں مختلف عنوانات پر مشتمل تقریریں کرنے کی ہمت وسکت نہ رہی تو انہوں نے ابن بناتہ مصری جیسے اسلاف کے لکھے ہوئے خطبوں کے رٹنے پر اکتفا کیا اور ان کے مفاہیم ومطالب کو سمجھے بغیر بار بار انہیں منبروں کے اوپر دہرانے لگے اور وہ طویل صدیوں تک چلتے رہے۔

اس دور میں خطابت کے حوالہ سے ایک فن ترقی کر گیا، یعنی علمی اور ادبی مسائل میں ''فن مناظرہ'' کو فروغ حاصل ہوا، جیسے سیبویہ اور کسائی، ہمذانی اور خوارزمی کے مناظرہ وغیرہ۔ معتزلہ اور متکلمین اور اشاعرہ کے مابین مناظرے بھی مشہور تھے، اسی طرح اصحاب مذاہب کے درمیان مناظروں کی ایک بڑی فہرست ہے، طبقات الشافعی سبکی کی اس میں ان مناظرات کا ایک حصہ موجود ہے، ابوعباس بن سریج القاضی بغداد کے شافعی مسلک کے امام کا داؤد ظاہری سے مناظرہ ہوا کرتا تھا۔

1.6 شاعری

اس دور کی شاعری ترقی، وسعت اور اہمیت کے لحاظ سے خاص توجہ کی مستحق ہے، جن سیاسی ومعاشرتی انقلابات کا ذکر ہوا ہے، ان کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ اسالیب سخن میں تبدیلی آئی اور یہی ہوا، فلسفیانہ خیالات، طبعی ومنطقی علوم کے اثرات اور السنہ وغیرہ کے منتقل شدہ ادبی تخیلات وموضوعات عربی شاعری پر گہرا اثر ڈالا جس واضح مثالیں متنبی اور معری کے کلام میں مل سکتی ہیں۔

حکمت وفلسفہ کا تصور پہلے بھی موجود تھا، مگر جاہلیت کے قیود سخن کی متبعانہ روش نے اس میں حقیقی وسعت نہ پیدا کی، سیاسی ومعاشی مسائل، فلسفہ وجود، حکمت تکوین، طبیعی ومنطقی علوم کے جدید موضوعات کو پہلی بار متنبی اور معری نے عربی شاعری سے روشناس کرایا، انہیں شعراء نے ''معقولیت'' کو رواج دیا، اور زندگی کے عام حقائق کے شاعری میں سمو دیا، ان کے علاوہ تاریخ، طب، حکمت، نجوم اور فقہ جسے علوم بھی شاعری میں جگہ پائی، شعر کے مروجہ موضوعات میں اخوانیات (بردرانہ الفت کے تذکرے) عتاب، زمانہ کے شکوؤں، زہد وعبادات کے تذکروں، مداعیات، سلطانیات، مجادیات، اور مقارضات وغیرہ کا اضافہ ہوا۔

مدح نگاری اور مبالغہ کی محیر العقول مثالیں متنبی اور ابن ہانی کے کلام میں ملتی ہیں، اسی سلسلہ میں ایک کہاوت یہ مشہور ہوئی ''اعذب الشعر أکذبہ'' مقبول اور شیریں شعر وہ ہوتا ہے جو کذب گوئی پر مبنی ہو، اس دور کی نثر بھی اس خصوصیت سے خالی نہ رہی، طویل قصائد اس دور کی ایک اور خصوصیت ہیں، منظر نگاری اور نیچرل شاعری نے بھی بڑی ترقی کی خصوصاً اہل اندلس نے اس باب میں بڑی جولانیاں دکھائیں اور موشحات وزجل

وغیرہ کے ذریعہ عربی شاعری کے دامن کو لالہ زار بنا دیا۔

مناظر فطرت کے علاوہ عمارتوں، شہر کے محلات اور آلات واوزار کے متعلق بھی نظمیں کہی گئیں، متنبی، ابن ہانی اور المامونی نے اس میں زور طبع دکھایا، اوزان وبحور میں بعض اضافے عمل میں آئے، چھوٹی بحروں کی کثرت استعمال باعث مستطیل اور ممتد ایجاد ہوئیں، جدید انواع شعر میں زجل، دوبیت اور موالیا شامل ہیں، ''موشحات'' بھی دور کی یادگار ہیں، ان کی داغ بیل اندلس میں پڑی جس کو سب سے پہلے عبداللہ بن محمد المروانی کے درباری شاعر مقدم بن معافر الغزیری نے پیش، کیا قوافی میں مسمط اور مزدوکا اضافہ ہوا۔

1.6.1 شاعری کی خصوصیات:

۱۔ شاعری الفاظ کی متانت، موضوعات کی اصابت اور معنوی نیرنگی کے ساتھ مسلسل قدم بڑھاتی رہی؛ تا آنکہ پانچویں صدی ہجری کا دور ختم ہوا اس کے خاتمے کے ساتھ ہی مشرق سے عربی شاعری کا حسن وجمال ختم ہوگیا اور دلوں سے اس کی اثر آفرینی نکل گئی؛ کیوں کہ اس کی سرپرستی کرنے والے بنی بویہ کی حکمرانی کا دور ختم ہوگیا اور اس کی جگہ یہ شاعری سے اعتنائی برتنے والے آل سلجوق کا دور آگیا، نیز فتنوں اور مصیبتوں کا لگاتار سلسلہ جاری ہوگیا جس کی بناء پر لوگ غلامی اور ذلت قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے اور ان کی طبیعتیں تصوف اور دعاؤں کی طرف مائل ہوگئیں۔

۲۔ طبیعتوں میں معنی آفرینی اور جدت طرازی کا مادہ باقی نہ رہا، شعراء نے پرانے شاعروں کے معانی ومطالب کو بھدے انداز سے منقش و مینا کاری کرکے چمکانا شروع کردیا، بدیع سے متعلق ہونے اور مجاز وکنایہ میں غلو کرنے لگے اور بادشاہوں اور امراء کی مدح وتعریف میں مبالغہ آمیزی کرتے ہوئے عجمیوں کی تقلید کرنے لگے، خصوصا متاخرین شعراء کے نزدیک تو شاعری کی غرض وغایت ہی یہ ٹھہری کہ جھوٹ بولا جائے اور بخشش مانگی جائے اور کہنے لگے: بہترین شاعری وہ ہے جس میں جھوٹ زیادہ ہو، پھر اس دور کی شاعری کا وہی انجام ہوا جو اس دور کی نثر کا ہوا۔

۳۔ اگر آپ عربی شاعری پر نگاہ دوڑائیں اور اس کی تاریخ پر زندہ قوم کی حیثیت سے تاریخی نگاہ ڈالیں تو آپ اس سے یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ اس نئی امت عربیہ کی طرح اپنے موضوعات ومضامین میں رفتہ رفتہ ترقی کی اور انسانی زندگی کے مراحل کے ساتھ ساتھ اپنے ادوار طے کئے زمانہ جاہلیت میں بچپن کے نغمے گاتی، جوانی کے ولولے اور خود غرضی کے احساسات کی ترجمانی کرتی، زمانہ اسلام میں جہاد کے ترانے، عصبیت کے ہنگامے اور زندگی کی آرزوئیں اس کا موضوع بن گئیں پھر یہ جوان ہوگئی اور حکومت عباسیہ کے آغاز میں یہ مکمل جوان ہوگئی، بشار، ابونواس اور ان جیسے دیگر شعراء کی شاعری میں جوانی کی خرمستیاں، طربیہ ترانے اور خوشحالی کے مظاہر بن کر نمودار ہوئی، پھر اس کی عقل داڑھ نکلی اور عہد عباسی کے وسط میں یہ پختہ ہوگئی، چنانچہ ابن رومی، ابوتمام، متنبی اور ان جیسے دیگر شعراء کی شاعری تجربہ پر مبنی اسباق حکیمانہ نتائج اور فلسفیانہ خیالات ظاہر کرنے لگی، لوگوں کو جب تالیفات کے شائع ہونے اور نشر واشاعت کی صعوبتوں کی وجہ سے انہیں جب تصنیف وتالیف میں خوشحال زندگی میسر نہ آئی تو وہ اصناف شعر میں طبع آزمائی کرنے کے لئے فارغ ہوگئے، انہوں نے خلفاء وامراء کو معاون، تمدن وفطرت کو معین طبیعت اور سلیقہ مندی کو مددگار پا کر شاعری کے میدان میں اس آزادی سے طبع آمائی کی کہ ان کے اسلاف کو بھی ایسے مواقع میسر نہیں آئے۔

۴۔ شاعری کی ایک خصوصیت یہ رہی کہ انہوں نے شاعری کو خشک صحراوں، تنے ہوئے خیموں سے نکال کر سرسبز وشاداب باغات، اونچے اونچے محلات اور دلکش مناظر میں بدل دیا، اس تبدیلی میں بشار مولد شعراء کا رہنما نظر آتا ہے۔

دوسری طرف شاعری کو وہ سازگار ماحول میسر آگیا جس نے ان کے اسلوب، معانی، موضوعات اور ان پر نمایاں اثر ڈالا۔

۵۔ اسلوب میں تاثیر یہ کہ غیر مانوس الفاظ کو ترک کرنا، ترکی ووضاحت کی حلاوت، فن بدیع کی ایجاد اور اس کا کثرت سے استعمال، قصیدہ اور کھنڈرات کے ذکر سے ابتداء کو چھوڑ کر محلات، شراب کے اوصاف اور غزل سے ابتدا کرنا، مدح اور ہجو میں مبالغہ آمیزی تشبیہ اور استعارہ کا

بکثرت استعمال، قصیدہ کے اجزاء کے درمیان باہمی تناسب اور ترکیب میں ترتیب کی رعایت کا خاص خیال رکھا جاتا

٦۔ اور شاعری میں معنوی طور پر یہ اثر ہوا کہ تمدنی موضوعات پیدا ہوگئے، فلسفیانہ افکار داخل ہوئے؛ کیوں کہ اس دور کے اکثر شعراء دو قومیتوں اور دوز بانوں اور دو دادیوں سے بہرہ ور اور دو مختلف تہذیبوں کے پروردہ تھے، اس میل جول نے فکر وعقل میں جو اثر پیدا کیا اس کا اندازہ بشار، ابونواس، ابوالعتاہیہ اور ابن رومی کی شاعری میں جدید مضامین کی کثرت سے لگایا جاسکتا ہے، پھر عربوں نے یونان وغیرہ کے علوم کو ترجمہ کر کے عربی میں منتقل کیا اس نقل سے بھی شاعری ہی میں موضوعات کا اضافہ ہوا نہ کہ اس کے فنون میں؛ کیوں کہ انہوں نے تو صرف علم وحکمت ہی کی کتابوں کا ترجمہ کیا تھا، نہ تو انہوں نے یونانی شاعری اور قصوں کو کوئی حیثیت دی تھی، یہی وجہ ہے کہ ان تراجم کا اثر شاعری میں صرف فلسفیانہ وسیاسی افکار اور علمی آراء کی شکل میں ابوتمام، متنبی، ابوالعلاء اور ان جیسے دیگر شاعروں کے کلام میں و نظر آتا ہے۔

٧۔ موضوعات میں ان کا اثر یہ ہوا کہ شراب اور اس کی محفلوں کی تعریف میں مبالغہ آرائی، باغات اور شکار کے اوصاف، مردوں سے تغزل، آوارگی، وعظ ونصیحت، زہد وورع، اخلاق وعادات، فلسفہ اور بعض علوم مثلاً نحو وغیرہ کو نظم میں نقل کرنا ط۔

٩۔ اوزان پر اس کا اثر یہ ہوا کہ شاعری میں عموماً چھوٹی چھوٹی بحروں کا استعمال شروع ہوا، اور دیگر بحریں ایجاد ہوئیں مستطیل، وممتد جو کہ طویل اور مدید کے برعکس ہیں، موشح، زجل، دوبیت اور موالیا، اسی طرح قافیہ میں مسمط، اور مزدوج کا اضافہ ہوا۔

١٠۔ جب خلافت کی گرہ ڈھیلی پڑی اور کئی ایک دار الحکومت وجود میں آئے ایران، شام، مصر اور مغرب کے گورنروں نے خودمختاری کا اعلان کردیا تو شاعری کو بغداد کے علاوہ دیگر پناہ گاہیں اور چراہ گاہیں مل گئیں، یہ بغداد سے نکل کر دیگر علاقوں میں منتقل ہوگئی، تو اسے بنو بویہ اور آل حمدان جیسے ارباب جود وسخا، کشادہ دل، سینے اور زرخیز علاقے میسر آگئے؛ لہٰذا وہ روز بروز ترقی کرنے لگی، اس سیاسی انتشار میں شاعری کی نمایاں ترقی کو جاننے کے لئے آپ کے لئے ثعالبی کی ''یتیمۃ الدہر'' کا سرسری مطالعہ کرنا ہی کافی ہوگا، اس دور میں امراء شعراء کو مقرب بنانے اور ادباء کی حوصلہ افزائی کرنے خلفاء کی نیابت کر رہے تھے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں، کہ شاعری اور علوم اس وقت ترقی نہیں کر پاتے جب تک انہیں بادشاہ یا امیر کی سرپرستی نہ حاصل ہوجائے۔

١١۔ شاعری الفاظ کی متانت، موضوعات کی اصابت اور معنوی نیرنگی کے ساتھ مسلسل قدم بڑھاتی رہی تا آنکہ پانچویں صدی ہجری کا دور ختم ہوا اس کے خاتمے کے ساتھ ہی مشرق سے عربی شاعری کا حسن وجمال ختم ہوگیا اور دلوں سے اس کی اثر آفرینی نکل گئی؛ کیوں کہ اس کی سرپرستی کرنے والے بنی بویہ کی حکمرانی کا دور ختم ہوگیا اور اس کی جگہ پہ شاعری سے بے اعتنائی برتنے والے آل سلجوق کا دور آگیا، نیز فتنوں اور مصیبتوں کا لگاتار سلسلہ جاری ہوگیا، جس کی بناء پر لوگ غلامی اور ذلت قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے، اور ان کی طبیعتیں تصوف اور دعاؤں کی طرف مائل ہوگئیں۔

طبیعتوں میں معنی آفرینی اور جدت طرازی کا مادہ باقی نہ رہا، شعراء نے پرانے شاعروں کے معانی ومطالب کو بھدے انداز سے منقش ومینا کاری کر کے چمکانا شروع کردیا، بدیع سے متعلق ہونے اور مجاز کنایہ میں غلو کرنے لگے اور بادشاہوں اور امراء کی مدح وتعریف میں مبالغہ آمیزی کرتے ہوئے عجمیوں کی تقلید کرنے لگے، خصوصاً متاخرین شعراء کے نزدیک تو شاعری کی غرض وغایت ہی یہ ٹھہری کہ جھوٹ بولاء اور بخشش مانگی جائے اور کہنے لگے بہترین شاعری وہ ہے جس میں جھوٹ زیادہ ہیں۔

پھر عہد عباسیہ کے اخیر میں اس پر بڑھاپا آگیا تو متاخرین کی شاعری میں مصنوعی آرائش، بڑھاپے کا سٹھیاپہ جو بالآخر دم نزع کی حالت ہوا جہاں تک اس کی پیدائش اور بچپن کے حالات کا تعلق ہے، تاریخ اس کے اس ادراک اور اس کی دانست سے بےخبر ہے۔

البتہ متنبی کے بعد کے ادار میں وہ بلند خیالی، نزاکت، استعارات وکنایات کا استعمال اور جدید اسالیب کا اختراع، تکلفات کی بہتا اور صنائع وبدائع کا پیچ کاری، بعد کے ادوار میں سیف الدولہ اور صاحب عباد کی طرح شعر نواز رہے، اور نہ متنبی اور ابو العلاء جیسے اساتذہ، طوائف الملوکی اور خانہ جنگیوں کی کثرت کے باعث شاعروں کی سرپرستی بری طرح متاثر ہوئی، اس لئے عباسی دور کے اخیر میں شعراء نے بھی کھلم کھلا ممدوحین کی بے اعتنائیوں کے تذکروں، شکوہ وشکایات، امراء کی کم نوازی اور عطایا بیزائی کا خوب رونا رویا ہے۔

اس دور کے مشہور شعراء میں ''المتنبی'' (۳۵۴) ابونواس (م ۳۵۷) ابن ہانی (م: ۳۶۳) ابو العلاء المعری (م ۴۴۹) عمر بن فارض (م ۶۳۲) زہیر (۶۵۶)

چنانچہ متنبی سیف الدولہ کی ہمیشرہ کے مرثیہ میں کہتا ہے:

طوی الجزیرة حتی جاءنی خبر　　　فزعت فیه بآمالی إلی الکذب

حتی إذا لم یدع لی صدقه املا　　　شرقت بالدمع حتی کاد یشرق به

یہ خبر جزیرہ طئے کر کے میرے پاس پہنچی میں نے جھوٹ کی طرف اپنی آرزوں کا سہارا لیتے ہوئے اسے جھوٹ سمجھا

حتی کہ جب اس کی صداقت میں کوئی جھوٹی آرزو باقی نہ رہی اور آنسو اس طرح بہنے لگے میرا دم گھٹنے لگا۔

پھر اس کے اس عہد میں تنقید شعر کو بھی نہایت زیادہ فروغ حاصل ہوا، اس دور میں گوں ناگوں اثرات کے باعث تنقید کے خیالات سرعت سے آگے بڑھنے لگے اور ''علم قرض الشعر'' یعنی شعر کی کتر بیونت کے علم سے شعراء وادباء کے کان آشنا ہونے لگے، اس دور کے اختتام کے قریب ابن رشیق نے ''العمدہ'' لکھی جس میں شعراء کے موازنہ کے طریقے اچھے اشعار تعریف وتوضیح ے معائب ومحاسن کی تحدید کے علاوہ سخن فہمی اور سخن نوازی پر بھی اس نے اصولوں اور مثالوں کے ذریعہ روشنی ڈالی ہے اس کتاب کے بعد ہی اوروں نے اس خاص فن پر قلم اٹھایا، چنانچہ ان کے ہمعصر محمد بن سعید القروانی (۴۰ھ نے ''رسائل الانتقاد'' لکھے، اس میدان میں ''کشف الظنون'' نے محمد بن یوسف کفرطابی (م ۵۰۳) کی بھی ایک تصنیف کا ذکر کیا ہے۔

1.7 خلاصہ

عصری عباسی کا دوسرا دور یہ دور ۳۳۲ھ سے ۶۲۶ھ مطابق ۹۴۶ء سے ۱۲۵۸ء تک رہا ہے، اس دور کو طوائف الملوکی کا دور کہا جاتا ہے، اس میں خلیفہ کی حیثیت صرف ایک رمز اور نشانی کی تھی، دراصل ترکی موالی اور دیلم حکمراں تھے، مملکت اسلامیہ کے مختلف حکومتیں وجود میں آئیں، مملکت کے مشرقی علاقے میں بہت ساری حکومتیں وجود میں آئیں۔ جن میں طاہریہ حکومت (۲۰۵۔۲۵۹) صفاریہ (۲۵۳۔۲۹۰) سامانیہ (۲۶۱۔۳۸۹ھ) غزنویۃ (۳۵۲۔۵۸۲ھ) وغیرہ۔

عراق اور سیریا میں دولت حمدانیہ (۳۱۷۔۴۰۶ھ) دولت مرداسیہ (۴۱۴۔۴۷۲ھ) دولت عقیلیۃ (۳۸۶۔۴۸۹ھ) دولت مزیدیہ (۴۰۳۔۸۴۵) یہ چھوٹی چھوٹی حکومتیں تھیں۔ آفریقہ کے علاقے میں مراکش میں دولت ادریسیہ (۱۷۲۔۳۶۴ھ) تونس میں دولت اغانیہ (۱۸۴۔۲۹۶ھ) مصر میں دولت طولونیہ (۲۵۴۔۲۹۲ھ) مصر کی دولت اخشیدیہ (۳۲۳ھ۔۳۵۸ھ) قیروان، پھر مصر میں دولت فاطمیہ (۲۹۷۔۸۶۷ھ) مصر میں دولت ایوبیہ (۵۶۴۔۶۴۸ھ) پھر مصر کی دولت ممالک (۶۴۸۔۹۲۳ھ) لوگوں میں علوم وفنون کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا ہے، نثر میں ادب لغت، قصص روایات، توقیعات، مقامات وجود میں آئے، نثر کے حوالے سے مختلف علوم وفنون میں بے شمار کتابیں لکھیں گئی، تفسیر، فقہ، لغت، ادب، تاریخ، جغرافیہ، منطق، فلسفہ پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں، جن کا احصاء وشمار مشکل ہے۔ خطابت اس دور میں پنپ نہیں پائی،

اوراعیا دومواسم حج اورمنبروں کی زینت بن کررہ گئی یا خلیفہ کی تخت نشینی کے موقع سے یا کسی شہر کا حاکم لوگوں کے سامنے اپنے کاموں کا شمار کیا کرتا اور بس اس کے علاوہ شاعری میں نئے نئے رجحانات، ہجاء، مدح سرائی، فلسفہ، منطق اور حکمت کا رنگ چڑھا ہے، قبائلی عصبیت عود کر آئی ہے۔

اس دور کی انشاء پردازی میں چھوٹے چھوٹے مسجع جملے، تجنیس (ہم شکل وہم جنس الفاظ کا استعمال) تاریخ اور دیگر علوم کے لطائف کی آمیزش، اثناء عبارت میں شعروں سے استشہاد، نفس مضمون کی عمدگی، اور سلامتی کے ساتھ ساتھ تشبیہ وتخیل میں وسعت لازمی قیود ہیں، جن میں ابن المقفع، جاحظ، ابن العمید وغیرہ نمایاں نظر آتے ہیں، پھر عہد عباسی کے آخری ادوار میں سجع پسندی اور بدیع پسندی میں ہیں، توریہ (لفظی ہیر پھیر، ابہام) اور تجنیس میں اس قدر غلو ہوا کہ اس عہد میں انشاء پردازی فقط تصنع اور تکلفات کا مجموعہ بن کررہ گیا جس کے الفاظ نہایت پرشکوہ ان کے معانی ناقص اور خیال نامکمل ہوتا تھا، اس اسلوب اپنانے والوں میں صاحب ابن عباد، وزیر المعلی، خوارزمی، بدیع، صابی اور ثعالبی وغیرہ، مقامات بھی اسی طبقے کے اثار سے ہیں، اسی روش کے روح رواں ''المثل السائر'' کے مصنف ابن الاثیر اور ''الکاتب'' الاصبہانی وغیرہ ہیں۔

اس دور کے نثر نگاروں میں ابوالفرج الاصفہانی (م ۳۵٦ھ) جو صاحب ''الاغانی'' ابومنصور ثعالبی (۴۲۹ھ) صاحب ''یتیمۃ الدھر فی محاسن أہل العصر'' الشریف المرتضی (م ۴۳٦ھ) صاحب ''نہج البلاغۃ'' ابن رشیق (م ۴۵٦ھ) ''صاحب ''عمدۃ'' ابن العمید (م ۳٦۰ھ) الصاحب بن عباد (م ۳۸۵ھ) صاحب ''المحیط'' خوارزمی (م: ۳۸۲ھ) صاحب ''رسائل خوارزمی''، ابواسحاق الصابی (م ۳۸۴ھ) صاحب ''رسائل الصابی'' بدیع الزماں الہمذانی (م ۳۹۸ھ) صاحب مقامات بدیع۔

اس دور کی نثر نگاری کا ایک فن ''اخوانیات'' تھا، یعنی جو رسائل دوستوں کے درمیان آپس میں لکھے جاتے، اور ''رسائل سلطانیہ'' یعنی سلطنت کے دیوان رسائل سے جاری ہوتے، اور ''رسائل ادبیہ'' جس میں مختلف موضوعات پر بحث ہوتی، جیسے رسائل ادب صغیر اور ادب کبیر ابن المقفع کی، رسائل جاحظ، ابوالعلاء اور قاضی فاضل وغیرہ۔

مقامات نثر کی ایک قسم ہے اس سے مراد وہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں ہیں جن میں سے ہر ایک کسی ایسے واقعہ پر مشتمل ہے جو عموما ایک ہی مجلس میں سنا دیا جائے، اور اس کے آخر میں کوئی نصیحت یا چٹ پٹا لطیفہ ہو، مقامہ میں پہلی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اسکی عبارت خوبصورت اور اسلوب دلکش ہوتا ہے، بدیع الزمان الہمذانی سب سے پہلا شخص ہے جس نے اس قسم میں جدت پیدا کی خیال ہے کہ اس نے پہلے چالیس مقامے ۳۱۰ھ میں ابن دُرید کی زبان سے نقل کئے اور چارسو مقامے بھیک مانگنے وغیرہ کے موضوعات پر لکھے، جنہیں ابوالفتح الاسکندری کی طرف منسوب کر کے عیسی بن ہشام کی زبان سے کہلوائے، جن میں سے صرف ترپین (۵۳) مقامات مل سکے ہیں، ان کا اسلوب نہایت دلنشیں اور دلچسپ ہے؛ لیکن کہانیوں کے اختصار اور سب کہانیوں میں ایک ہی خیال نے ان مقامات کو درجہ کمال سے گرادیا ہے، اس کے علاوہ مقامات حریری کے ہیں جس کو بدیع کی طرز پر تحریر کیا ہے جس میں اس نے بے شمار لغت، امثال اور پہیلیوں کو جمع کردیا ہے، یہ کتاب عربی الفاظ، لغوی نوادر اور لفظی صنعت کی ایک مفید ڈکشنری بن گئی۔

اس دور میں رواج پانی والی ایک صنف توقیعات بھی ہیں، توقیعات وہ مختصر تحریریں یا نوٹ جو خلیفہ، امیر وزیر یا رئیس کے سامنے پیش کی جانے والی درخواستوں پر یا کسی دکھ ودرد پر مبنی یا بخشش کے مطالبہ کی درخواستوں کے نیچے مختصر عبارت لکھ کر اپنے دستخط ''ثبت'' کردیتے ہیں، وہ ''توقیعات'' کہلاتی ہیں، توقیع کی نمایاں خصوصیت یہ ہیں، تحریر کا مختصر، خوشنما اور زور بیان ہونا ہے، وہ تحریر کبھی ایک آیت یا مثال یا ایک شعر پر مشتمل ہوتی ہے۔

خطابت بھی اس دور کی ایک صنف رہی ہے، تقریر کو ابتدائی ادوار میں تو خوب فروغ حاصل ہوا، جس سے فوج کو جنگ پر برانگیختہ کرنے اور باہر سے آنے والے وفود کا استقبال کرنے کے لئے اس دور میں خطابت کو دلوں میں عظمت اور قلوب پر اعتماد تھا، عباسی دور کے ابتدائی خلفاء منصور، مہدی، رشید، مامون، داؤد بن علی، خالد بن صفوان اور شیب بن شیبہ کو اس فن میں بڑی قدر ومنزلت اور کمال ملکہ حاصل تھا؛ لیکن جب عباسی عہد کے دوسرے دور

میں حکومتی نظام پر بنوعباس کامکمل غلبہ ہوگیا اور مملکت کی سیاست اورفوج کی قیادت پر موالیوں نے قبضہ کرلیا اور نیزوں اور زبانوں کے ساتھ مقابلہ بازی میں کمی آگئی تو خطابت پر دست قدرت حاصل نہ ہونے کی بناء پر خطابت پر گرفت ڈھیلی پڑگئی اوراس کی ضرورت باقی نہ رہنے کی وجہ سے یہ فن زوال پذیر ہوگیا۔ بڑے بڑے معاملات طئے کرنے اور اپنی عداوتیں دور کرنے کے لئے خط وکتابت اور رسائل نے اس کی جگہ لے لی۔تقریریں صرف خطبات جمعہ،عیدین اورنکاح کے مواقع تک محدود ہوگئیں۔

اس دور کی ایک صنف شاعری بھی رہی ہے،اس دور کی شاعری ترقی،وسعت اوراہمیت کے لحاظ سے خاص توجہ کی مستحق ہے،جن سیاسی ومعاشرتی انقلابات کا ذکر ہوا ہے،ان کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ اسالیب سخن میں تبدیلی آئی اور یہی ہوا،فلسفیانہ خیالات،طبعی ومنطقی علوم کے اثرات اورالسنہ وغیرہ کے منتقل شدہ ادبی تخیلات وموضوعات عربی شاعری پر گہرااثر ڈالاجس واضح مثالیں متنبی اورمعری کے کلام میں مل سکتی ہیں۔

حکمت وفلسفہ کا تصور پہلے بھی موجود تھا،مگر جاہلیت کے قیود سخن کی متبعانہ روش نے اس میں حقیقی وسعت نہ پیدا کی،سیاسی ومعاشی مسائل،فلسفہ وجود،حکمت تکوین،طبیعی ومنطقی علوم کے جدید موضوعات کو پہلی بار متنبی اورمعری نے عربی شاعری سے روشناس کرایا،انہیں شعراء نے ''معقولیت'' کورواج دیا،اورزندگی کے عام حقائق کے شاعری میں سمودیا،ان کے علاوہ تاریخ،طب،حکمت،نجوم اور فقہ جیسے علوم بھی شاعری میں جگہ پائی،شعر کے مروجہ موضوعات میں اخوانیات(برادرانہ الفت کے تذکرے) عتاب، زمانہ کے شکوؤں، زہد وعبادات کے تذکروں، مداعیات، سلطانیات، مجادیات اورمقارضات وغیرہ کا اضافہ ہوا۔مدح نگاری اورمبالغہ کی محیرالعقول مثالیں متنبی اورابن ہانی کے کلام میں ملتی ہیں،،اس دور کی نثر بھی اس خصوصیت سے خالی نہ رہی،طویل قصائداس دور کی ایک اورخصوصیت ہیں،منظرنگاری اورنیچرل شاعری نے بھی بڑی ترقی کی خصوصا اہل اندلس نے اس باب میں بڑی جولانیاں دکھائیں اورموشحات وزجل وغیرہ کے ذریعہ عربی شاعری کے دامن کولالہ زار بنادیا،مناظر فطرت کے علاوہ عمارتوں،شہر کے محلات اورآلات واوزار کے متعلق بھی نظمیں کہی گئیں۔متنبی،ابن ہانی اورالمامونی نے اس میں زورطبع دکھایا اوزان وبحور میں بعض اضافے عمل میں آئے،چھوٹی بحروں کی کثرت استعمال باعث مستطیل اورممتد ایجاد ہوئیں،جدید انواع شعر میں زجل،دوبیت اورموالیا شامل ہیں،''موشحات'' بھی دور کی یادگار ہیں،ان کی داغ بیل اندلس میں پڑی جس کو سب سے پہلے عبداللہ بن محمد المروانی کے درباری شاعر مقدم بن معافر الغزیری نے پیش کیا قوافی میں مسمط اور مزدوکا اضافہ ہوا۔

1.8 نمونے کے امتحانی سوالات

۱۔ عصر عباسی دوم کا مختصر تعارف بیان کیجئے؟

۲۔ دور عباسی دوم کے ادبی خصوصیات و امتیازات بیان کیجئے؟

۳۔ توقیعات سے کیا مراد ہے؟

۴۔ دور عباسی دوم میں شاعری کی خصوصیات بیان کیجئے؟

۵۔ دور عباسی دوم میں خطابت کے احوال لکھئے؟

۶۔ عباسی دوم کی شاعری کی خصوصیات پر روشنی ڈالئے۔

1.9 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ تاریخ الأدب العربی، احمد حسن الزیات

۳۔ تاریخ الأدب العربی، د۔عمر فروخ

۴۔ تاریخ الأدب العربی، شوقی ضیف

۵۔ تاریخ الأدب العربی، حنا فاخور